ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1, 2024

"دارورسن" میں موت کی بازگشت
(کرداری نفسیات کے آئینے میں)

The Echos of Death in "Dar-o-Rasan"
(A Psychological Analysis of the Characters)

ڈاکٹر محمد خرم یاسین
ڈاکٹر غلام مصطفیٰ فاروق
ڈاکٹر وقار سلیم رانا

Dr. Muhammad Khurram Yasin (Correspondance Author)
Lecturer, Govt. College Women University, Sialkot
+923457818002, khuram.yasin@gcwus.edu.pk
Dr. Ghulam Mustafa Farooq
Assistant Education Officer, Faisalabad
+923004812022, ghulammustafa7600@gmail.com
Dr. Waqar Saleem Rana
Visiting Lecturer, Allama Iqbal Open University, Islamabad
+923457680739

Abstract:

The research paper "The Echoes of Death in 'Dar-o-Rasan' (A Psychological Analysis of the Characters)" presents a comprehensive examination of Ahmad Nadeem Qasmi's shorty Story, delving into the intricate psychological dynamics within a family entrenched in the grim profession of execution. While scrutinizing characters like Jumma, his wife, and their son Natho, the study uncovers profound psychological ramifications. Jumma's sadistic inclinations, possibly stemming from childhood trauma, are juxtaposed with his wife's evolution from repulsion to a morbid fascination with death, indicative of PTSD. Natho, tragically ensnared in the family legacy, experiences a profound psychological breakdown. However, the narrative's complexity deepens with the introduction of the grandson Khairo, who, influenced by his grandmother's tales of death, becomes desensitized to violence, eventually committing a brutal murder. As his father Natho, torn by grief, fulfills the duty of execution, the tragedy culminates in the demise of both father and son. This narrative arc serves as a stark reminder of the cyclical nature of violence and the profound psychological toll it exacts, urging reflection on the ethical dimensions of such professions and the urgent need for comprehensive psychological support. Qasmi's work emerges as a poignant exploration of trauma's enduring scars, advocating for societal change and compassionate intervention to mitigate its devastating effects, particularly on the vulnerable within society.

Key Words:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1, 2024

Ahmad Nadeem Qasmi, Bazar-e-Hayat, Psychological Analysis, Familial Trauma, Violence , Desensitization, Intergenerational Impact, Ethical Dilemmas, PTSD,

احمد ندیم قاسمی، بازارِ حیات، تشخص کی تلاش، پوسٹ ٹرامیٹک اسٹریس ڈس آرڈر

افسانہ "دارورسن" اردو ادب کے یکسر مختلف قسم کے افسانوں سے تعلق رکھتا ہے جس میں تقسیم اور جنگوں کے تناظر سے ہٹ کر موت، اس کی سفاکی اور محرکات کو موضوع بنایا گیا ہے۔ یہ کہانی ایک ایسے خاندان کی تصویر کشی کرتی ہے جہاں موت بے معنی ہو کر وحشیانہ تماشہ بن جاتی ہے۔ افسانے میں احمد ندیم قاسمی بڑی بے باکی سے جلاد کے پیشے سے تعلق رکھنے والے ایک خاندان کی کہانی بیان کی ہے جسے پڑھتے ہوئے قاری کا دل دہل جاتا ہے۔ افسانہ کئی تاریک موضوعات کو چھیڑتا ہے، خاص طور پر معاشرے میں جلاد ایسے پُرتشدد پیشے اور اس سے وابستہ افراد کی نفسیات پر اس کے اثرات کا گہرا مشاہدہ پیش کرتا ہے۔ افسانہ کئی اہم فلسفیانہ سوالات بھی اٹھاتا ہے جیسے یہ کہ کیا تشدد اور موت کے پیشے سے جڑے افراد وحشت و بربریت کو عملی زندگی میں بھی اپناتے ہیں؟ کیا وہ بے حس ہو جاتے ہیں بالکل اسی طرح جیسے شعبہ حادثات میں کام کرنے والے کچھ ڈاکٹر حضرات کے لیے مریض کی تکلیف زیادہ اہمیت کی حامل نہیں رہتی؟ کیا اس پیشے کے اثرات خاندان میں بھی منتقل ہوتے ہیں اور وہ اس سے رد عمل یا دلچسپی کا اظہار کرتے ہیں؟ ایک سوال یہ بھی اٹھتا ہے کہ کیا ترقی پذیر ممالک میں جلاد کے پیشے میں کوئی تبدیلی رونما ہو گی یا اسے نفسیاتی مسائل سے بچانے کے لیے کوئی اقدامات اٹھائے جائیں گے تاکہ "دارورسن" کے جلاد "جمے" کی طرح لوگ اپنے ہی خاندانوں کو پیشے کے زیرِ اثر تباہ نہ کر لیں۔

افسانے میں ایک لڑکی کی شادی ایسے شخص "جمے" سے ہو جاتی ہے جو پیشے کے لحاظ سے جلاد ہے۔ اس پیشے نے نہ صرف اس کے دل و دماغ سے موت کا خوف دور کر دیا ہے بلکہ وہ انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار کر اور ان کے بگڑے چہرے دیکھ کر قلبی راحت اور خوشی محسوس کرتا ہے۔ یہ راحت گناہ گار کو اس کے انجام تک پہنچانے کی نہیں بلکہ اپنی انا کی تسکین کی ہے۔ سہاگ رات کو وہ ہنسی خوشی نئی نویلی دلھن کو پھانسی کے بہت سے دہشت ناک قصے سناتا ہے۔ اس کا بیان اس قدر اندوہ ناک ہوتا ہے کہ اس کی بیوی شدت سے متاثر ہو کر بے ہوش ہو جاتی ہے۔ بہت مشکل سے ہوش میں آنے پر اس کی دماغی حالت بگڑ جاتی ہے اور وہ اپنے شوہر جمے سے بڑے شوق سے لہک لہک کر لوگوں کی موت کے قصے سنتی ہے۔ یہی قصے اس کے لاشعور میں ایسے راسخ ہو جاتے ہیں کہ وہ کسی کی سادہ طبعی موت کو قبول نہ کرتے ہوئے اس کا مذاق بناتی ہے۔ کوئی خوشی یا غم کا موقع ایسا نہیں گزرتا جب وہ کسی نہ کسی طرح موت کے واقعات کو درمیان میں نہ لے آئے۔ اس کی اس عادت سے محلے کی اکثر خواتین تنگ رہتی ہیں؛ لیکن وہ چوں کہ لاشعوری طور پر اپنے شوہر کے پیشے سے منسلک ہو چکی ہوتی ہے اس لیے اس کے لیے یہ غیر معمولی باتیں بالکل معمولی بن جاتی ہیں۔ وہ اپنے بیٹے "نتھو" کی پرورش بھی اسی ماحول میں کرتی ہے۔

نتھو فطری طور پر انسان دوست طبیعت کا مالک ہوتا ہے اور کئی معاملات میں اپنے والدین سے بالکل مختلف بھی۔ وہ ان کہانیوں کو نہ سننا چاہتا ہے اور نہ ہی اس پیشے سے منسلک ہونا چاہتا ہے۔ جب اس کی عمر تیس برس ہوتی ہے تو جمے کے انتقال کے بعد گھر کی ساری ذمہ داری کا بوجھ اس پر آ جاتا ہے۔ والدہ اس کی منت سماجت کر کے اس بات پر راضی کر لیتی ہے کہ وہ اپنے والد کا پیشہ اپنا لے۔ نتھو ایسا بالکل بھی نہیں کرنا چاہتا لیکن غربت اور بے روزگاری اس کے سامنے منھ کھولے کھڑی ہوتی ہے جس کی وجہ سے چار و ناچار وہ اس پیشے کو اپنا لیتا ہے۔ وہ شدید ذہنی کشمکش کے باوجود اپنے والد ہی کے راستے پر آگے بڑھا چلا جاتا ہے لیکن والد کے برعکس خوش نہیں ہوتا۔ لوگوں کو مارنے کے دوران وہ اندر ہی اندر مرتا جاتا ہے۔ ہر پھانسی کے بعد وہ لاش کو ایک گلاب پیش کرتے ہوئے کہتا ہے "معاف کرنا دوست"۔

نتھو کی اولاد میں چار بچوں کی پیدائش ہوتی ہے اور "خیرو" واحد نرینہ اولاد ہوتا ہے۔ خیرو کو بھی دادی پھانسی کی نہایت خوف ناک کہانیاں شروع کر دیتی ہے جنھیں نتھو کی نسبت خیرو مزے سے سنتا ہے اور آہستہ آہستہ موت کے خوف سے آزاد ہو جاتا ہے۔ ایک جانب نتھو لوگوں کو پھانسی کا پھندہ پہناتا رہتا ہے اور ماں خوشی میں تالیاں بجاتی رہتی ہے، دوسری جانب وہ خیرو کی نفسیات کو خراب کرتی رہتی ہے جس سے وہ بے راہ روی کا شکار ہو جاتا ہے۔ نتھو آہستہ آہستہ دنیا سے بیگانہ ہوتا رہتا ہے اور اسے تب ہوش آتا ہے جب خیرو بڑی بے دردی سے بیچ چوراہے میں ایک دوست کا قتل کر دیتا ہے۔ پولیس اسے گھر سے گرفتار کر لیتی ہے۔ نتھو اس پیشے سے استعفیٰ دے دیتا ہے لیکن نئے جلاد کو اس کام میں ماہر بنانے کی ذمہ داری اسی کے کاندھوں پر آتی ہے۔ نئے جلاد کی تربیت کے دوران میں وہ خیرو کو اپنے ہاتھوں سے پھانسی دیتا ہے۔ اس بار اس کے پاس خیرو کو دینے کے لیے پھول نہیں ہوتا اور وہ "معاف کرنا دوست" کہہ کر خود بھی وہیں ڈھیر ہو جاتا ہے۔ پھانسی سے قبل جب "خیرو" گھر والوں سے ملاقات میں دادی سے یہ کہتا ہے کہ اسے خوش ہونا چاہیے کہ وہ

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1, 2024

جوانوں کی یعنی بہادری کی موت مر رہا ہے تو دادی، جو ساری زندگی یہی تربیت دیتی آئی تھی، پھوٹ پھوٹ کر رو دیتی ہے۔ یوں یہ کہانی بہت سے المیوں کو زیرِ غور لاتے ہوئے ختم ہو جاتی ہے۔ یہ کہانی فرض، اخلاقیات، خاندان، روایت اور ضمیر کے درمیان کشمکش کے موضوعات پر روشنی ڈالتی ہے۔

کہانی کے کرداروں کا نفسیاتی جائزہ لیا جائے تو اس میں سب سے کم میسر کردار "جما" در حقیقت خاندان کی نفسیات پر سب سے زیادہ اثر انداز ہوتا ہے۔ وہ نفسیاتی طور پر بیمار شخص ہے جسے علاج کی ضرورت تھی تاکہ وہ اپنے اثرات سے دوسروں کو محفوظ رکھ سکے۔ شادی کا موقع کسی بھی شخص کی زندگی میں ایک نئے سفر کا آغاز اور خوشیوں کا سامان لے کر آتا ہے۔ ایسے موقع پر میاں بیوی ایک دوسرے سے مستقبل کے حوالے سے حوصلہ افزا وعدے کرتے ہیں، حسین یادوں کا اشتراک کرتے ہیں اور موجود لمحات کو زیادہ سے زیادہ سرور آگیں بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسے لمحات میں "جمے" کا موت کے واقعات سنانا اور ان میں خوشی کا عنصر ہونا اس کی بیمار ذہنیت کی عکاسی کرتا ہے۔ وہ دوسروں کو تکلیف دے کر خوش ہونے میں لاشعوری طور پر اس قدر منہمک ہو جاتا ہے کہ اسے موجود لمحات اور زندگی میں نئے رفیق کے ساتھ کا کوئی اندازہ نہیں ہوتا، نہ ہی وہ بیگم کے جذبات کا خیال رکھتا ہے۔ نفسیات میں یہ مظہر اس جانب اشارہ کرتا ہے کہ اس کے لاشعور میں کوئی حادثہ یا ایسی بڑی احساسِ کمتری و محرومی (Inferirority Complex)(1) یا ایسی دبی ہوئی خواہشات (Suppressed Wishes)(2) موجود ہیں جو اسے ذہنی دباؤ اور تناؤ (Tension & depression) کا شکار کر چکی ہیں۔ وہ لاشعوری طور پر ان سے نجات حاصل کرنے کے لیے لوگوں کو اذیت دے کر تسکین حاصل کر رہا ہے۔ اس کے نفسیاتی مسائل کا تعلق اس کے بچپن سے بھی ہو سکتا ہے (Childhood trauma)(3) جس نے اس کے اندر اس معاملے میں اچھے اور برے کی تمیز ختم کر دی ہے۔ چنانچہ اس کی جذباتی تسکین ایک طرح سے لاشعوری طور پر طاقت کے ارتکاز اور اس کے برملا اظہار کی جانب بھی اشارہ کرتی ہے۔ نفسیات میں یہ اصطلاح (Power complex) کہلاتی ہے۔ یعنی بچپن میں دبا کوئی حادثہ، مسئلہ یا مسائل کا ایسا سلسلہ ضرور ہے جس نے اسے اس پیشے سے وابستہ ہونے پر اکسایا اور اگر نہ بھی اکسایا ہو تو وہ فی الحال اس سب سے لاشعوری تسکین حاصل کر رہا ہے۔ نفسیات میں یہ مسئلہ (Sadism)(4) کہلاتا ہے جس میں ایک شخص دوسروں کو تکلیف دے کر خوشی محسوس کرتا ہے اور اس کی باقاعدہ تشخیص تکلیف دہ رویے کی تشخیص Sadistic Personality Disorder (SPD)) کی صورت میں کی جاتی ہے۔ بڑا مسئلہ یہ ہے کہ وہ اس سب کا اظہار اس وقت کر رہا ہے جب اس کی زندگی میں ایک بھولی اور عام زندگی سے جڑی لڑکی بیگم کے روپ میں آ رہی ہے۔ نفسیاتی حوالے سے سہاگ رات کو ہولناک پھانسیوں کا ذکر قربت اور جذباتی تعلق میں کمی کی نشاندہی کرتا ہے۔ دوسرا یہ کہ اس کے سر پر اس کا پیشہ اس قدر شدت سے سوا رہے کہ وہ خود کو چاہ کر بھی اس سے جدا نہیں کر پا رہا اور تیسری بات یہ کہ وہ لاشعوری طور پر بیگم پر بھی وہی دھاک بٹھانا چاہتا ہے جس میں بیگم اس کے قابو میں رہے اور اس کی سفاکی ہمیشہ اس کے دل و دماغ میں رہے۔ جمے کی کارگزاری اور اس پر بیگم کا ردعمل ملاحظہ کیجیے:

> "جب وہ بیاہ کر اس گھر میں آئی تھی تو پہلی رات کو جمے کی زبان سے موت کے آسان نسخوں کا ذکر سن کر پٹاخ سے پلنگ کی پٹی پر گری تھی اور بے ہوش ہو گئی تھی۔ پھر اس کی بتی کی کھولنے کے لیے کتنے ہی اچھے ٹیڑھے ہو گئے تھے اور سامنے کا ایک دانت تک ٹوٹ گیا تھا۔ پر صبح کی اذان تک وہ یوں پڑی رہی تھی جیسے اُسے پھانسی پر لٹکا دیا گیا ہے۔ اور پھر جانے کیا ہوا کہ ہوش آنے کے بعد اس نے پہلی بات یہ کی۔ اہاہا۔ ابلی ہوئی آنکھیں دیکھنے کو مرا کیسا کیس جی چاہتا رہے جمے۔ ابلنے کے بعد یہ آنکھیں منہ پر لٹکتی رہتی ہیں کہ نیچے گر پڑتی ہیں رہے جمے؟ آنکھوں کے ٹوٹنے کی آواز بھی تو آتی ہو گی رہے مجمے؟ یہ تماشہ مجھے کب دکھاؤ گے رے جمے؟ پاگل ہو گئی کسی نے کہہ دیا یہ دماغ چل گیا دلہن کا۔ لیکن دلہن کا دماغ نہیں چلا تھا۔ بس اتنا ہوا تھا کہ اسے ایک دم موت سے پیار ہو گیا اور وہ بھی بھدی گندی لہولہان موت سے۔"(5)

اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا جمے ایسے کرداروں کا کسی بھی پیشے سے تعلق ہو جانے کے بعد نفسیاتی جائزہ لیا جاتا ہے؟ یا حادثات سے تعلق رکھنے والے تمام اہم پیشے جیسے ڈاکٹر، نرس، ریسکیو 1122 کے اہل کار، فائر بریگیڈ اور سول ڈیفنس کے اراکین وغیرہ کے دماغ پر نفسیاتی اثرات کا جائزہ لینے اور ان کے تدارک کا باقاعدہ کوئی سلسلہ جاری رکھا جاتا ہے؟ ان کی سیر و تفریح کا باقاعدہ کوئی انتظام اور سال بھر میں کچھ دن کی رخصت پر پُر فضا مقام پر بھیجا جاتا ہے؟۔ اس کا جواب یقیناً نفی میں ہو گا۔ اس لیے از سرِ نو سوچنا ہو گا کہ ایسے افراد کے خاندانوں اور متعلقین کے بچاؤ اور بہتری کے لیے کیا کیا اقدامات کیے جا سکتے ہیں۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1, 2024

ایسے میں جب کہ جما اپنی بیگم کے دل و دماغ میں موت کی سفاکی اور ہولناکی کی دھاک بٹھا کر دنیا سے رخصت ہو چکا ہے، خاندان میں اس روایت کو اس کی بیگم بڑھاتی ہے اور پورے گھر کو اس کی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ وہ چوں کہ دماغی توازن کھو چکی ہے، اس کی شخصیت گویا ایک طرح سے کہیں دب چکی ہے اور اب وہ ایک اور تشخص کے ساتھ زندگی گزار رہی ہے۔ راقم نے ایک مضمون میں اس حوالے سے تحریر کیا تھا کہ:

"نتھو کی والدہ جو کہ اپنے شوہر جما کے اس پیشے سے ابتداً خوفزدہ تھی، اس کا شوہر جب اسے آ کر روز نئی نئی پھانسیوں کا ذکر کرتا تو وہ غش کھانے لگتی تھی، آہستہ آہستہ ان بیانات میں دلچسپی لینے لگی اور ایک دن ایسا آتا ہے کہ اسے ان جان لیوا کہانیوں کو سنے بنا سکون نہیں ملتا۔ یہ در حقیقت اس کی اپنی شخصیت کے خاتمے اور ایک نئی شخصیت میں ڈھلنے کی نشان دہی کرتی ہے۔ شوہر کی وفات کے بعد وہ زبردستی اپنے بیٹے کو بھی اس کام میں شریک کرتی ہے اور یہ سلسلہ اس کے بیٹے وفات اور پوتے خیرو کی وفات پر ہی تھمتا ہے۔"(6)

ہوش میں آنے پر اپنی شخصیت کو بھول کر ایک نئے تشخص کی تلاش کو عارضی موت (Short Term Amnesia)(7) سے تعبیر کیا جا سکتا ہے جس کی وجہ ذہن کو ملنے والا وہ جھٹکا (Acute Stress Reaction) ہے جس کے بعد ایک انسان اپنے وجود کو اس طرح قائم نہیں رکھ پاتا جس طرح اسے رکھنا چاہیے۔ ان دونوں کے نتیجے میں نتھو کی والدہ کو موت سے پیار ہو جانا، پھانسی کے طریقوں، ہولناکیوں اور سفاکی میں نہ صرف دلچسپی رکھنا بلکہ اس سے خوشی محسوس کرنا ایک نفسیاتی عمل ہے جسے بیماری میں کشش اور دلچسپی (Morbid Fascination)(8) کہا جاتا ہے۔ یہ اس کی ایک لاشعوری کاوش بھی ہو سکتی ہے جس میں وہ موجود مسائل سے جان چھڑانے کے لیے ایسا کر رہی ہو۔ یعنی ایک مصیبت کو اپنے لیے نعمت تصور کرتے ہوئے اس کی شکر گزاری ہی میں زندگی گزار دینے ایسے عوامل۔ احمد ندیم قاسمی نے اس حوالے سے دلھن کا احوال یہ درج کیا ہے:

"جب کبھی سنتی کہ شہر میں کوئی بخار سے مر گیا ہے تو اداس سی ہو جاتی اور کہتی "یہ بھی کوئی موت ہے کہ لیٹے لیٹے جان نکل گئی۔ ٹھاٹ سے مرنا تھا تو کوئی قتل و تل کر کے جمے کے ہاتھوں پھانسی پاتا۔ زبان تو لٹکتی، گردن تو کھنچتی۔ خون تو چھوٹتا۔ بڑی پھسپسی موت ملی بدنصیب کو۔"(9)

نتھو کی والدہ نفسیاتی مسائل کا شکار تو ہو ہی گئی تھی لیکن وہ کم عقلی کا بھی شکار تھی۔ وہ کہانیاں جو وہ اپنے شوہر کا کارنامہ سمجھ کر سب کو سناتی تھی، اس نے اپنے نومولود بیٹے نتھو کو بھی سنانا شروع کر دی تھیں۔ اتنے چھوٹے بچے کو کسی بھی شے سے خوف دلایا جائے تو وہ اس کے لاشعور میں گویا پیوست ہو کر رہ جاتا ہے اور شعوری حالت میں وہ اس خوف کو اپنے رگ و پے میں اترتا محسوس کرتا ہے۔ بزدلی اور آگے بڑھنے کا حوصلہ کھو دینا یا غیر ضروری تفکرات میں ڈوبے رہنے کی وجہ بھی ایسے ہی محرکات بنتے ہیں۔ انسانی زندگی کا معمولی خاتمہ بھی چھوٹے بچوں کے لیے خوف کا باعث ہوتا ہے چہ جائیکہ اسے ان کی اندوہناک اموات کا احوال لہک لہک کر سنایا جائے۔ ماں کی باتوں سے نتھو کے دماغ میں اپنے والد کے پیشے کے خلاف فطری بغاوت اور انکار کا جذبہ پیدا ہوا۔ نتھو کی بچپن ہی میں نیند غائب ہو جانا اور انجانا خوف مسلسل محسوس کرنا اس کی اندرونی بے چینی (Anxiety) اور ان کہانیوں کے منفی رد عمل (Trauma Response) کے مظاہر ہیں۔ ان سے بچوں کو بچانا چاہیے ورنہ ان کا بچپن اور اس کے اثرات کے تحت زندگی کا بیشتر حصہ تباہ ہونے سے کوئی بھی روک نہیں پاتا۔ نتھو کے والدین بھی اس کی نفسیاتی حالت سمجھے کے بجائے اس پر مختلف ٹوٹکے آزما رہے تھے۔ ملاحظہ کیجیے:

"وہ اپنے بیٹے نتھو تک کو لاشوں کی کہانیاں سناتی اور نتھو نیند میں بھڑک کر اٹھ بیٹھتا اور چیخ چیخ کر سارا گھر سر پر اٹھا لیتا تو وہ فقیروں جوگیوں کے پاس ٹونے ٹوٹکے اور تعویذ گنڈے لینے چلی جاتی، دراصل اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ آخر پھانسی اور پھانسی پانے والوں کا ذکر سن کر بچے بوڑھے بوکھلا کیوں جاتے ہیں۔ یوں وہ اپنی معذوری کا اقبال کر لیتی تھی اور اس کی یہ معذوری آج جمے کے مر جانے کے بعد تک قائم تھی۔ اس نے کہا تھا۔ جس نے ایک نہ دو پورے نو کم دو سو جوانوں کو پھانسی پر لٹکایا وہ خود یہاں کھاٹ پر پڑا ایڑیاں رگڑتا رہا۔ ہنر والے یوں ہی مرتے ہیں بے چارے۔"(10)

نتھو اس افسانے کا سب سے مظلوم کردار ہے لیکن، بہر حال یہ سوال بھی اٹھتا ہے کہ کیا وہ اس پیشے سے ہٹ کر کچھ اور کرنے کی کوشش بھی کرتا رہا یا خود کو وقت اور حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔ اس نے ایسے گھر میں آنکھ کھولی تھی جہاں موت سے وابستگی خاندانی کام تھا۔ والدہ کی باتوں سے اس کے اندر جو رد عمل پیدا ہوا اس نے اسے اس کام سے دور رکھنے کی

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1, 2024

کوشش کی لیکن غربت اور والدہ کی فرمائش پر اسے اس کام پر جانا پڑا۔ اس پیشے کی تربیت ہی سے وہ خاصا بد دل ہو گیا تھا اور اسے یہ کام بالکل پسند نہیں تھا جس کا اثر اس کی صحت پر بھی پڑا تھا۔ ملاحظہ کیجیے:

"اپنے پیشے کی تربیت حاصل کرنے دوسرے صوبے میں چلا گیا۔ واپس آیا تو لوگوں نے یوں سمجھا جیسے اسے شدید قسم کا یرقان ہو گیا ہے۔ اس کے چہرے کی زردی میں میں کہیں کہیں نیلے نشان بھی اُبھر آتے تھے، اس کی آنکھیں کچھ ایسی خالی خالی ہو گئی تھیں جیسے ان میں سے بینائی چھلک پڑی ہے۔ چہرے پر جابجا ایسی شکنیں ابھر آئی تھیں جیسے وہ موت کے کرب میں گرفتار ہے، ہونٹ مستقل طور پر خشک ہو کر پھٹ گئے تھے اور ہاتھوں کی انگلیوں میں رعشہ تھا۔"(11)

والدہ کا نتھو کو خاندانی عزت کا واسطہ دینا اور اس کام کے لیے رضامند کرتے ہوئے غیرت دلانا ایک طرح سے معاشرتی جبر اور جھوٹی انا کی تسکین کی جانب اشارہ ہے۔ خود کو معاشرتی توقعات پر ہر صورت پورا اتارنے کے لیے انسان بعض اوقات شدید نفسیاتی نقصان سے گزرتا ہے۔ جلاد کے طور پر اپنے ناقبول کردہ کردار کو قبول کرنے سے نتھو جس ذہنی خلفشار سے گزر رہا تھا وہ اس کے جسم پر بھی اثر انداز ہو رہا تھا۔ اس کا اس نوکری سے استعفیٰ دینا بھی خود کو اور اپنے خاندان کو بچانے کی کوشش تھی جس میں وہ بہر حال کامیاب نہیں ہو پایا اور کسی صدمے کو دیکھتے ہوئے خود ثانوی صدمے سے گزرتا رہا جو اس کے رویے میں جذباتیت، چڑچڑاپن اور اپنی شخصیت کو سست روی سے بھول جانے کی جانب لے جاتا ہے۔ نفسیات میں اس مظہر کو پوسٹ ٹرامیٹک اسٹریس ڈس آرڈر (PTSD) کی صورت میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ ملاحظہ کیجیے:

"اس کے چہرے کی زردی میں میں کہیں کہیں نیلے نشان بھی اُبھر آتے تھے، اس کی آنکھیں کچھ ایسی خالی خالی ہو گئی تھیں جیسے ان میں سے بینائی چھلک پڑی ہے۔ چہرے پر جابجا ایسی شکنیں ابھر آئی تھیں جیسے وہ موت کے کرب میں گرفتار ہے، ہونٹ مستقل طور پر خشک ہو کر پھٹ گئے تھے اور ہاتھوں کی انگلیوں میں رعشہ تھا۔ ماں نے جب اس کی یہ حالت دیکھی تو تو اس کا ماتھا ٹھنکا۔ سینے سے لگا کر اسے خاندانی روایات یاد دلائیں اور غیرت دلائی۔ مرے ہوؤں کی روحیں دیکھیں گی رے نتھو کہ تو جوانوں کو کیسے پھانسی دیتا ہے!'' اس نے فریاد کی تھی اور نتھو نے عجیب غیر قدرتی، پھٹی پھٹی اور گونجتی ہوئی آواز میں ماں کو یقین دلایا تھا کہ وہ قاتلوں کی زندگی کو موت میں یوں بدلے گا جیسے وہ بجلی کے جھٹکے ہوتے بٹن کو اٹھا دیا جائے۔"(12)

نتھو کو زبردستی جلاد بنانے کے بعد اس کی والدہ اس کی پھانسیوں کی تعداد پر خوشی سے تالیاں بجاتی تھی۔ یہ گویا اس کے لیے جشن کا سامان ہوتا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کے پاگل پن میں اضافہ ہوتا رہا۔ وہ اس کا موازنہ اپنے شوہر کی پھانسیوں کی تعداد سے کرتی۔ فرق یہ تھا کہ نتھو ان پھانسیوں کے بعد اداس اور تنہا ہو رہا تھا جب کہ جمے کے چہرے پہ مسکراہٹ اور گالوں پہ لالی دوڑ جاتی تھی۔ افسانے کا یہ حصہ ملاحظہ کیجیے جس میں نتھو کی والدہ اس کا موازنہ اپنے شوہر سے کر رہی ہے:

"اور یہ کوئی دس برس بعد کی بات ہے، جب ایک روز وہ دورے سے واپس آیا تو اس کی ماں کے سوال کے جواب میں "پانچ" کہا تو ماں نے مارے خوشی کے تالی بجادی اور بیٹے سے لپٹ کر بولی "تو تو دس ہی سال میں اپنے باپ سے بھی بڑھ گیا رے نتھو۔ واہ رے نتھو!"(13)

"اس کی ماں کی سمجھ میں تو یہ بات بھی نہ آتی تھی کہ نتھو کا رنگ کیوں فق رہتا ہے۔ اس کی آنکھیں ہر وقت ڈری ڈری سی کیوں رہتی ہیں، اور جس روز وہ دورے سے واپس آتا ہے تو صحن کے ایک کونے میں چپ چاپ کیوں بیٹھ جاتا ہے اور رات بھر ٹہلتا کیوں رہتا ہے۔ نتھورے، وہ فریاد کرتی۔ یہ تجھے کیا ہو گیا ہے؟ تو کدھر جا رہا ہے رے نتھو اور نتھو جواب میں مسکرا دیا۔ لیکن یہ مسکراہٹ مردے کی مسکراہٹ سے مشابہ ہوتی جس کے ہونٹ اکڑ کر اس کے دانتوں پر سے ہٹ گئے ہوں! (14)

ماں کے استفسار پر نتھو نے ان خیالات کا اظہار بھی کیا کہ ہر بار پھانسی دیتے ہوئے اس کا دم گھٹنے لگتا ہے اور وہ پانی پی کر اپنی بگڑتی حالت پر ترس کھاتا اور ٹھیک ہونے کی کوشش کرتا ہے لیکن والدہ کے ذہن پر کوئی اور ہی دھن سوار تھی۔ نتھو اپنی گھٹن کو کم کرنے کے لیے پھانسی زدہ شخص کے سامنے گلاب پیش کرتا تھا۔ گلاب کی یہ پیش کش اس کے اندرونی خلفشار

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1, 2024

(Internal Conflict)اور کردار کی بے اطمینانی(Role Confusion)کا مظہر تھی۔اس سب کے باوجود ماں اس کا دکھ سمجھنے سے قاصر تھی۔وہ چوں کہ یہ کام جاری رکھتا ہے اس لیے اندر سے مرتا جاتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ آخر پر اپنے بیٹے کو پھانسی دے کر خود بھی بے جان ہو جاتا ہے اور گھر ایک جوان کے ساتھ ساتھ اس کے عمر رسیدہ والد کا جنازہ بھی پہنچتا ہے۔

"جس روز نتھو نے اپنے صوبے میں پہلی پھانسی دی تو دیکھنے والے اس کے ہاتھ کی صفائی کے معترف ہو گئے۔تختے کے گرتے ہی ٹھنے والے کو پاؤں سے پکڑ کر اس نے ذرا سا جھٹکا دیا۔اور چھوڑ دیا تو کچھ ایسا لگا جیسے لٹکنے والا صدیوں سے لٹک رہا ہے۔لیکن جب لاش کے اٹھنے کا وقت آیا تو نتھو آگے بڑھا۔گلاب کا ایک پھول لاش کے چہرے کے پاس گاڑھے کی چادر پر رکھ دیا اور ڈبڈبائی ہوئی آنکھیں جھکاتے ہاتھ جوڑ کر بولا۔مجھے معاف کر دینا دوست۔۔۔ہیڈ وارڈر نے اسے الگ لے جا کر سمجھایا تھا کہ آخر تمہیں مرنے والے سے کیا۔اس نے ایک آدمی کو مارا قانون نے اسے مار ڈالا۔اور نتھو نے جواب دیا۔ٹھیک ہے۔پر اس نے تو مجھے اپنی جان دے دی۔میں اسے ایک ذرا سا پھول بھی نہ دوں؟"(15)

نتھو کو لگتا تھا کہ وہ بہت سے بے گناہوں کو پھانسی دے رہا تھا جس کے بد اثرات اس کے سارے گھر پر پڑ رہے تھے۔والد کی طرح اس نے کبھی گھر آ کر اپنا کوئی کارنامہ نہیں سنایا جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا کام اس کے گھریلو زندگی پر براہِ راست اثر انداز نہیں ہو رہا تھا۔اگر چہ انفسیاتی حوالے سے ایک مضبوط انسان ہوتا تو وہ بھی یہ کام کر سکتا تھا۔نتھو کے کردار پر یہ سوال بھی اٹھتا ہے کہ اس کا لاش پر گلاب رکھنا ہمدردی کا کام تھا یا نا قابل تلافی نقصان کو پورا کرنے کی ادنی سی کوشش؟راقم نے اپنے ایک مضمون میں گلاب کو نتھو کے ضمیر کے بوجھ سے تعبیر کیا تھا جس کے بوجھ تلے دب کر نتھو زندگی سے دور جا رہا تھا۔گلاب پیش کر کے وہ اپنے تئیں معافی کا درخواست گزار ہوتا ہے اور انسان دوستی کا اظہار کرتا ہے۔

"دوسری جانب اس کا بیٹا نتھو جو اپنے اکلوتے بیٹے کو موت کے گھاٹ اتارتا خود بھی دنیا سے رخصت ہو گیا،اسے بھی اس کام پر مجبور کرنے کی بھی وہی ذمہ دار تھی۔دوسری اہم علامت وہ پھول ہے جسے پیش کرتے ہوئے نتھو ہر لاش سے معافی مانگتا تھا۔یہ پھول اور معافی نتھو کے ضمیر کا وہ بوجھ ہے جسے وہ چاہ کر بھی اتار نہیں سکا اور آخری پھانسی پر پھول پیش نہ کرتے ہوئے خود بھی مر گیا۔" (16)

افسانے میں تیسرا اہم کردار خیرو کا ہے۔خیرو کی پرورش نیم پاگل دادی کے ہاتھوں میں ہوئی تھی جسے موت کی کہانیوں سے زیادہ دلچسپی اور کسی بھی شے سے نہیں تھی۔چنانچہ اس نے جو عمل نتھو کے بچپن میں کیا تھا،خیرو کے ساتھ بھی دہرانا شروع کر دیا،لیکن اس بار ردعمل مختلف تھا۔نتھو جوان کہانیوں سے چونک اٹھتا،خوف کھاتا اور ذہنی اذیت کا شکار ہوتا تھا،خیرو اس کے برعکس ان میں دلچسپی رکھتا تھا۔اسے ایک طرح سے نسل در نسل مکرر تجربے اور اعتقادات کی منتقلی سے تشبیہ دی جا سکتی ہے۔نو عمر خیرو کا کہانیوں میں دادی کا ساتھ دینا اس میں اچھائی برائی کی تمیز نہ ہونے اور ذہنی طور پر بیمار ہونے کی علامت ہے۔ایک کہانی اور اس پر خیرو کا ردعمل ملاحظہ کیجیے:

"ایک دفعہ کا ذکر ہے بیٹا کہ تیرے دادا نے ایک نوجوان کو پھانسی پر لٹکایا۔اس جوان نے ایک نہ دو اکٹھے پانچ قتل کیے تھے اور وہ بھی بندوق وندوق سے نہیں چھرے سے،چھ فٹ کا جوان تھا،اور جب اس کے قدموں تلے سے تختے ہٹے ہیں تو جانتے ہو کیا ہوا؟مر گیا خیرو کتنا۔دو ہاں ہاں مر تو گیا۔وہ کہتی۔یہ سمجھنے کی بات یہ ہے کہ کیسے مرا۔جھٹکا لگا تو گردن دھڑ کا بوجھ نہ سہار سکی۔تڑ سے ٹوٹ گئی اور اس کا سہر اور دھر دونوں تمہارے داد کے قدموں میں آ رہے۔وہ ٹھاہ ٹھاہ ہنسنے لگتی اور نتھو کو یہ دیکھ کر بڑا دکھ ہوتا کہ خیرو اپنی دادی کا ساتھ دے رہا ہے۔اہاہا۔خیرو کہتا کیسا مزا آیا ہو گا۔کیوں دادی؟"(17)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1, 2024

خیر وان کہانیوں میں اپنی دادی کی طرح اس قدر مگن ہو گیا تھا کہ وہ اسے کھیل سمجھتا اور نتھو کو بھی ان میں شامل ہونے کی دعوت دیتا۔ نتھو جو پہلے صرف اپنی والدہ سے اس معاملے میں تنگ تھا، بیٹے سے بھی کھنچا کھنچا رہنے لگا تھا۔ دادی کی اشیر باد پر خیرو کے دل سے موت کا خوف تیزی سے ختم ہو رہا تھا۔ نتھو کا کچھ بھی کہنا اس لیے معنی نہیں رکھتا تھا کہ دادی بیٹے کو بھی اس معاملے میں بزدل اور کمزور سمجھتی تھی۔

"خیر و نتھو کو پکارتا اور نتھو کہتا۔ میں بچہ نہیں ہوں کہ مجھے کہانیوں کا مزا آئے۔ مجھے نہ پکارو، مجھے نیند آتی ہے؟" اس کا، تیرے بابا کا تو اتنا ذرا سا خشخاش کے دانے کا سا دل ہے۔ نتھو کی ماں خیرو سے کہتی "جانے یہ کیسے دے گا پھانسیاں۔"(18)

نفسیاتی حوالے سے اس عمر کے بچوں کے لیے ایسی وحشت ناک کہانیوں کا انجام مسلسل خوف اور عدم تحفظ کے احساس کو جنم دے سکتا ہے یا پھر ان سے نمٹنے کے لیے دماغ دفاعی طریقہ کار مثلاً ان جذبات کو دبانے یا ان سے الگ ہونے کے عمل کو اختیار کرنے کے سلسلے کا آغاز کر سکتا ہے۔ تیسری حالت تشدد کا عادی ہو کر غیر معمولی رد عمل کا مظاہرہ ہو سکتا ہے۔ یہ سلسلہ دیر تک جاری رہے تو بچے میں بے اعتمادی، جارحیت، بے حسی یا دنیا کو سمجھنے کے منفی زاویوں ایسے مسائل جنم لے سکتے ہیں۔ خیرو کے ساتھ بھی سب کچھ ہوا۔ دادی کے بے جا لاڈ پیار اور موت سے بے خوف کرنے کی وجہ سے وہ غلط راہ کا مسافر ہوا اور اپنے انجام کو پہنچا۔ اس کے اندر خود سری اور موت سے بے خوفی اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ وہ معمولی سوال پر گھر والوں کے سامنے بھی چاقو لہرانے لگتا ہے۔ گھر سے باہر جانے کے سوال پر اس کا غیر معمولی رویہ ملاحظہ کیجیے:

"ماں بولی یہ صبح کو گیا تھا اب تک نہیں آیا۔ کھانا رکھے رکھے ٹھنڈا ہو گیا۔ وہ تو روز ٹھنڈا ہوتا تھا۔ یہ نتھو کی بڑی بیٹی نے کہا یہ مگر آج تو بھیا کوٹ کی جیب میں کمانی والا چاقو بھی لے گیا ہے۔" ہاں میں نے بھی دیکھا تھا۔ دوسری بولی۔ میں نے پوچھا بھی تھا۔ تیسری نے کہا۔ پر وہ خفا ہو کر بولا۔ پھر پوچھے گی تو پیٹ پھاڑ ڈالوں گا۔"(19)

خیر واسی روش پر چلتے ہوئے اپنے انجام تک پہنچتا ہے۔ اس نے جوے میں ہارنے کے بعد اپنے دوست کو بے دردی سے قتل کیا اور گرفتار ہو کر پھانسی کی سزا ملی۔ اس کی وحشت و بربریت کا منظر ملاحظہ کیجیے جس میں مرنا اور مار دینا اس کے لیے کوئی بڑی بات نہ رہی تھی:

"اچانک خیر و بھاگتا اور ہانپتا ہوا گھر میں داخل ہوا۔ اس کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے اور قمیض تو خون سے لت پت ہو رہی تھی۔ وہ نتھو کی طرف جیسے پناہ لینے کے لئے بڑھا مگر گلی میں سے بھاگتے ہوتے ہجوم کا شور اُٹھا اور خیرو نے فوراً خون آلود قمیص اتار کر چھت پر پھینک دی۔ اور پھر شور مچاتے ہوئے لوگوں کا ایک انبوہ صحن میں امڈ پڑا۔ خیرو نے فوراً اڑسے ہوئے شلوار کے نیفے میں سے چاقو نکال لیا۔ اور ہجوم کے قدموں میں جیسے بیڑیاں پڑ گئیں، نتھو کی ماں جہاں بیٹھی تھی بیٹھی رہ گئی ۔۔۔ پولیس والے نے کہا یہ تمہارے بیٹے نے ابھی ابھی اپنے ایک دوست کو چھرا مار کر ختم کر دیا ہے۔ لاش اب تک سڑک پر پڑی ہے۔ یہ جوئے میں ہارا تھا اور وہ جیتا تھا۔ تھانے میں چشم دید گواہوں کی ایک قطار بیٹھی ہے، دن دہاڑے چلتی سڑک پر چیر پھاڑ کر رکھ دیا اُسے۔"(20)

خیرو پر مقدمہ چلنے اور پھانسی کی سزا کا فیصلہ ہونے پر گویا نتھو کی والدہ ایک گہرے خواب سے جاگ جاتی ہے۔ بال خصوص جب خیرو کہتا ہے کہ میری موت پر افسوس نہیں ہونا چاہیے کیوں کہ یہ جواں مرد کی موت ہے تو نتھو کی والدہ کو یک دم احساسِ جرم گھیر لیتا ہے۔ اپنے سابقہ اعمال کے لیے احساس جرم یا ضمیر کی بیداری کو نفسیات میں کئی اصطلاحات سے واضح کیا جا سکتا ہے جیسے مظہر انسلاک سے علیحدگی (ڈس ایسوسی ایشن فینومینا) ۔ ان میں مناسب ترین اصطلاح (Dissociation Reversal) ہے جس کا مفہوم کسی واقعہ سے علیحدگی اور من کی دنیا میں الٹ پلٹ ہے۔ اس اصطلاح کے مطابق ایک شخص کا زندگی کی جانب لوٹ آنا اور اپنے گزشتہ گناہوں یا بد اعمال پر پچھتاوا شامل ہے۔ نتھو کی ماں جو ساری زندگی خیرو کی غلط تربیت کرتی رہی تھی، اس کا نتیجہ دیکھ کر اس کا دل دہل گیا تھا۔ وہ دوسروں کی موت کا مذاق اڑا کر اپنے شوہر اور بیٹے کی پھانسیوں کا شہرہ کرتی رہی تھی،

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1, 2024

اپنا ہی پوتا تختہ دار پر پہنچا تو اس کی حالت متغیر ہوئی اور وہ احساسِ جرم میں گھر گئی۔ نتھو کا بیٹیوں کو یہ کہہ کر تسلی دینا کہ ابھی مت رو، جب میں خیرو کو پھانسی دوں گا تو تب رو لینا اور خیرو کا بیان، دونوں نے اسے خواب سے جگا کر حقیقت میں پہنچا دیا تھا اور ایک پچھتاوے نے گھیر لیا تھا:

"نتھو کی ہاں ایک ہاتھ سے لاٹھی ٹیکتی اور دوسرے ہاتھ کو جھکی ہوئی کمر پر رکھے گلی کے سرے تک یوں لپکی چلی گئی جیسے خیرو کی ہتھکڑیاں کاٹ کر ہی واپس آتے گی اور نتھو نے کھاٹ پر بیٹھ کے ٹھاٹ پر بیٹھ کر گڑ گڑی اٹھالی۔ ایک ہی کش لگا کر اُسے اُلٹ دیا اور یہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا اور جب اس کی حوا کی حواس باختہ ماں دروازے پر نمودار ہوئی اور اس کی تینوں بیٹیاں بال نوچتی سینہ پیٹتی چیختی چلاتی صحن میں داخل ہوئیں اور نتھو سے لپٹ لپٹ کر بلک بلک کر رونے لگیں تو نتھو نے دھیمے لہجے سے کہا روؤ نہیں لڑکیو۔ اب نہ روؤ۔ اس وقت رو لینا جب تمہارے بھائی کو تمہارا باپ پھانسی پر لٹکائے گا۔ پھر وہ ماں سے مخاطب ہوا یہ کیوں ماں۔ مزا آتے گا نا اس پھانسی کا ہے اور بڑھیا پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے فرش پر ڈھیر ہو گئی۔"(21)

خیرو کی دمِ آخر دادی سے گفتگو کا یہ حصہ ملاحظہ کیجیے جسے اس افسانے کا حاصل کہا جا سکتا ہے۔ یہ گفتگو دادا کی موت کے بارے میں غیر ضروری معلومات اور دادی کی عمر بھر کی تربیت کا جواب ہے:

"میری موت تو جوانمردوں کی موت ہے اماں! تو بڑھیا لاٹھی پھینک کر گر پڑی تھی اور زور زور سے روتے ہوئے اپنا سر زمین پر پیٹنے لگی تھی۔ اور نتھو نے بھاگ کر اسے ایک بچے کی طرح اٹھا لیا تھا اور واپس چلا آیا تھا۔"(22)

حوالہ جات و حواشی:

1. Matsumoto, David, ed. The Cambridge Dictionary of Psychology. Cambridge University Press, 2009. P:255
In Adlerian psychology, a combination of an erroneous belief of an individual that he/she is unable to cope with some aspect of life because of a real or imagined physical or psychological deficiency, feelings of depression, and a cessation of coping efforts in that area. 2. A general term for a personal sense ofinferiority.
2. Ibid. P-529
The deliberate and conscious pushing of unwanted material from the mind, as in thought-stopping techniques. In psychoanalysis, suppressed material enters the preconscious and is distinct from repression, which is an unconscious process of relegating material to the unconscious.
3. https://cctasi.northwestern.edu/child-trauma/
"Child trauma" refers to a scary, dangerous, violent, or life threatening event that happens to a child (0-18 years of age). This type of event may also happen to someone your child knows and your child is impacted as a result of seeing or hearing about the other person being hurt or injured. When these types of experiences happen, your child may become very overwhelmed, upset, and/or feel helpless. These types of experiences can happen to anyone at any time and at any age; however, not all events have a traumatic impact.
4. Ibid. P:455

The desire to inflict and practice of inflicting pain and humiliation on another as a way of gaining sexual arousal and pleasure derived from the marquis de Sade, who wrote on this subject in the late 1700s and early 1800s. 2. Enjoyment of inflicting pain in nonsexual contexts as in police beating handcuffed prisoners or teachers humiliating students. 3. In psychoanalysis, which views all pleasure as sexual, any form of aggressiveness, or expression of Thanatos, the death instinct, such as an infant's biting the nipple, is seen as sadistic.

5. احمد ندیم قاسمی، بازارِ حیات، لاہور: مکتبہ اساطیر، 1995ء، ص:9
6. محمد خرم یاسین، ڈاکٹر، افسانوی مجموعہ "بازارِ حیات" میں فرد کی شناخت کے مسائل (جدیدیت ومابعد جدیدیت کے تناظر میں)، مشمولہ: حرو سخن، جلد نمبر 08، شمارہ نمبر 01، جنوری تا مارچ، 2024، ص:467
7. Ibid. No. 1, P:34
   Memory disorder. Different types of amnesia are distinguished. A major distinction in amnesia has been established between specifi c and nonspecifi c amnesia. Specifi camnesia refers to amnesia for certain particular types of information (e.g., for verbal information), whereas the ability to memorize other types of information
8. https://www.collinsdictionary.com/dictionary/english/morbid-fascination
   If you describe a person or their interest in something as morbid, you mean that they are very interested in unpleasant things, especially death, and you think this is strange
9. محولہ بالا نمبر 5، ص:65
10. ایضاً
11. ایضاً، ص:67
12. ایضاً
13. ایضاً، ص:69
14. ایضاً، ص:68
15. ایضاً
16. محمد خرم یاسین، ڈاکٹر، "بازارِ حیات" از احمد ندیم قاسمی میں علامتیت تجزیاتی مطالعہ، مشمولہ: ذوقِ تحقیق، جلد نمبر 5، شمارہ نمبر 3، اکتوبر تا دسمبر 2023، ص:203
17. احمد ندیم قاسمی، بازارِ حیات، لاہور: مکتبہ اساطیر، 1995ء، ص:66
18. ایضاً
19. ایضاً، ص: 69
20. ایضاً، ص:71
21. ایضاً، ص:72
22. ایضاً، ص:73